توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز ﷺ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
عقیدۂ توحید
تقریر: علامہ ڈاکٹر آصف اشرف جلالی
ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

عقیدہ توحید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفَوا عَھْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ٥ (پارہ۳۰،سورہ اخلاص، آیت۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پارہ۲۲،سورہ الاحزاب، آیت۵۶)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ

فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ واتم برہانہٗ واعظم شانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کونین، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

معظم علماء کرام اور محترم سامعین حضرات! آج کی گفتگو کا موضوع

''عقیدہ توحید'' ہے

جو اسلامی عقائد میں سے سرِ فہرست ہے اور اس وقت اس کو سمجھنا ہمارے معروضی حالات کے پیشِ نظر نہایت ضروری ہے کیونکہ آج بات بات پر شرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور اہلِ محبت کی اداؤں کو شرک کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا اس وقت نہایت ضروری ہے کہ توحید کیا ہے اور شرک کیا ہے؟

انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ ابتدائی گفتگو میں مختصراً چند نکات پیش کئے جائیں گے۔ آپ حضرات سے التماس ہے کہ نہایت ہی توجہ کے ساتھ سنیں اور بات کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

محترم سامعین! میں نے قرآن مجید برہانِ رشید کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے اس میں خالق کائنات جل جلالہٗ نے اپنی توحید کو بیان فرمایا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے اس کا اعلان کروایا ہے۔

قُلْ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ فرما دیجئے

هُوَ اللّٰهُ۔ وہ اللہ ہے

اَحَدٌ۔ وہ ایک ہے

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب لوگوں کو ایک معبود کی عبادت کی طرف بلا رہے تھے تو وہ ماحول، جو کہ شرک سے بھرا ہوا تھا، جہاں چپے چپے پہ انہوں نے خود ساختہ معبود بنا رکھے تھے، یہ جھوٹے الٰہ اور معبود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے تھے۔ الٰہ کے بارے میں ان کا تصور بڑا محدود سا تھا، خدا کے بارے میں ان کی سوچ بڑی مقید تھی۔ جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں ایک خدا کی عبادت کی طرف بلایا تو عامر بن طفیل اور اس قسم کے کئی لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے آپ سے سوال کیا:

الٰہ متعدد ہیں آپ ہمیں کس کی طرف بلاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا

میں تمہیں ایک خدا کی طرف بلاتا ہوں۔

یہ جن کو تم نے اپنے ہاتھوں سے گھڑ کے معبود بنا رکھا ہے، یہ جھوٹے ہیں، یہ ہماری عبادت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ہماری جبین صرف اُسی معبود کی بارگاہ میں جھکے گی جو خدا ہے، الٰہ ہے اور ایک ہے۔

انہوں نے پوچھا:

جس خدا کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو وہ سونے کا بنا ہوا ہے یا چاندی کا بنا

ہوا ہے۔

کیا وہ لکڑی کا بنا ہوا ہے یا لوہے کا بنا ہوا ہے؟

ان کا خدا کے بارے میں تصور یہی تھا کہ خدا لکڑی کا ہوتا ہے یا لوہے کا ہوتا ہے' خدا سونے کا ہوتا ہے یا چاندی کا ہوتا ہے' پتھر کا ہوتا ہے یا مٹی کا ہوتا ہے' جب انہوں نے یہ سوال کیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب دیا۔

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ وہ خدا ایک ہے

اس کا کوئی بیٹا نہیں' نہ وہ کسی کا بیٹا ہے' خالق کائنات جل جلالہٗ کی ذات ایسی ہے کہ کائنات میں وہ ذات اَحد کہلاتی ہے۔

محترم سامعین! جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا تو یہ زبان سرکار مدینہ کی تھی اور پیغام خالق کائنات کا تھا۔

فرمایا: هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ خدا احد ہے

☆ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ اللہ کے وجود پر دلیل کیا ہے؟

آپ نے اس دہریے سے یہ کہا تھا: کیا تم مجھے اس بات کا جواب دیتے ہو کہ ایک درخت ہے' خود بخود اس کی لکڑی کے تختے بنتے ہیں اور پھر خود بخود تختوں سے کشتی بنتی ہے اور پھر خود بخود کشتی بغیر چلانے والے کے چلتی ہے اور اس طرح چلتی چلتی' سمندر میں موجوں کے تھپیڑوں سے گزرتی ہوئی وہ ساحل مراد پر پہنچ جاتی ہے۔

وہ کہنے لگا اے ابوحنیفہ! بھلا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ خود بخود درخت کے تختے بن جائیں اور خود بخود جڑ جائیں اور خود بخود کشتی بن جائے اور خود بخود کشتی بغیر کسی ملاح کے موجوں کے تھپیڑوں سے ٹکراتی ہوئی منزل مراد پر پہنچ جائے' اس طرح نہیں ہوسکتا۔

میرے امام نے کہا: جب ایک چھوٹی سی کشتی بغیر کسی بنانے والے کے اور بغیر

کسی چلانے والے کے نہیں چل سکتی تو پھر یہ پوری کائنات کا نظام بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟

☆ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا' تو آپ نے فرمایا: میرے نزدیک تو میرے خدا کے وجود کی دلیل شہتوت کا پتہ ہے۔

شہتوت کے پتے رنگ میں ایک طرح کے ہوتے ہیں' طبیعت میں ایک طرح کے ہوتے ہیں۔ شہتوت کے پتے کو اگر ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ریشم باہر آتا ہے' اگر اسے شہد کی مکھی استعمال کرتی ہے تو اس سے شہد باہر آتا ہے اور اگر اسے بکری استعمال کرتی ہے تو اس سے مینگنی باہر آتی ہے اور اگر اس کو ہرنی استعمال کرتی ہے تو اس کے نافے میں کستوری بن جاتی ہے۔ وہ خدا ہے جو ایک ہی پتے کو کبھی شہد میں بدلتا ہے' کبھی ریشم میں بدلتا ہے اور کبھی کستوری میں بدلتا ہے۔ وہ ذات میرے خدا کی ذات ہے۔

☆ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا' خدا کے وجود کی تمہارے پاس دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آسان سی بات ہے کہ ایک قلعہ ہے جس کے باہر چاندی لگی ہوئی ہے جس کے اندر سونا لگا ہوا ہے' وہ قلعہ ہوا بند ہے' ہوا ذرہ بھر بھی اس کے اندر نہیں جا سکتی مگر جب اس قلعے کی دیواریں ٹوٹتی ہیں تو اندر سے ایک جاندار برآمد ہوتا ہے۔ جو خدا اس ہوا بند قلعے کے اندر ایک جان کو پیدا کر کے زندہ رکھ سکتا ہے وہ خدا میرا خدا ہے اور جو ذات یہ کام کر رہی ہے وہی ذات اس کائنات کی معبود حقیقی ہے۔

وہ کون سا قلعہ ہے؟

آپ نے انڈے کی مثال دی۔ فرمایا: انڈا ایک قلعہ ہے' جس کے باطن پر سونا ہے اور ظاہر پر چاندی ہے' اندر اس کے سونا ہے یعنی زردی اور باہر اس کے چاندی ہے' جس وقت اس کی دیواریں پھٹتی ہیں اندر سے چوزہ برآمد ہوتا ہے۔ اب کوئی نظام نہیں تھا جس کی وجہ سے ہوا اندر جا رہی ہوتی جس ذات نے اس بند قلعہ کے اندر جانور کو زندہ رکھا ہے وہ ذات ہی کائنات کی خالق ہے اور معبود ہے۔

☆ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ خدا کے موجود ہونے پر دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یوں سمجھو' یہ زبان جو ہے اس کی بناوٹ اور اس کا گوشت ایک ہی قسم کا ہے' لیکن کسی جسم میں جب یہ پہلے نمبر پہ بولنا شروع کرتی ہے تو عربی بولتی ہے اور کہیں یہی زبان پنجابی بولتی ہے' کہیں یہی زبان اُردو بولتی ہے' کسی علاقے میں یہی گوشت کا ٹکڑا انگلش بولتا ہے' کسی علاقے میں یہی گوشت کا ٹکڑا بنگالی بولتا ہے اور کسی علاقے میں یہی گوشت کا ٹکڑا ہندی بولتا ہے۔ ایک ہی بناوٹ' ایک ہی حقیقت اور ایک ہی ماہیت کا گوشت مختلف آوازیں پیدا کرتا ہے۔ ایک ہی قسم کی ساخت کی زبانوں سے مختلف بولیاں نکالنے والی ذات کو خدا کہا جاتا ہے۔

گوشت ایک ہے' مگر اس میں آوازیں مختلف آتی ہیں۔ جب بولنا شروع کرتا ہے تو نغمہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے مختلف آوازیں' مختلف زبانیں' مختلف لغات پیدا کرنے والی جو ذات ہے وہ ذات خدا کی ذات ہے۔ اگر یہ محض اتفاق ہوتا تو پھر اس گوشت کے ٹکڑے سے ایک ہی قسم کی آواز آتی۔

مختلف لغات جو اس میں بند کر دی گئیں ہیں۔ ایسا پروگرام کسی کے کرنے سے ہوا ہے اور وہ کرنے والا خدا ہے' خدا کی ذات ہے۔

پھر دیکھو' آپ نے فرمایا: آواز تو ایک ہے۔ کبھی بولتی ہے تو بلبل کو رشک آتا ہے' کبھی بولتی ہے تو بڑی بھاری آواز ہوتی ہے' کرخت آواز ہوتی ہے' زبان سے نکلتی ہے تو مخاطب کو اچھی نہیں لگتی اور کبھی ایسی ہوتی ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اثر پیدا کرتی جاتی ہے۔ جس ذات نے' ایک ہی قسم کی آواز میں مختلف قسم کی تاثیریں رکھی ہیں وہی ذات پوری کائنات کو چلانے والی ذات ہے۔

محترم سامعین! اختصار سے گفتگو کو آگے بڑھا رہا ہوں۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے اپنی توحید کو بیان فرمایا۔ توحید کیا چیز ہے؟ توحید کی تعریف کیا ہے؟ شرک کیا ہے؟ اور جو لوگ بات بات پہ شرک کے فتوے لگاتے ہیں جیسے میلاد پہ بھی شرک کا فتویٰ

لگاتے ہیں، گیارھویں شریف پر بھی شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اگر کسی کو داتا گنج بخش کہا جائے تو بھی اُن کا شرک متحرک ہو جاتا ہے، اگر کسی کو دستگیر کہا جائے تو بھی کہتے ہیں کہ شرک ہو گیا ہے۔ اگر کسی کو غوث اعظم کہا جائے تو پھر بھی کہتے ہیں شرک ہو گیا ہے۔ اگر کسی کو غریب نواز کہا جائے تو پھر بھی شرک ہو گیا ہے۔

آیئے دیکھیں تو سہی کہ توحید کسے کہتے ہیں اور شرک کسے کہتے ہیں۔ میں شرک کی تعریف پورے وثوق سے کر رہا ہوں اور پوری دنیا کے منکرین کے سامنے اس تعریف کو ایک اتھارٹی کی حیثیت سے پیش کر رہا ہوں۔ یہ شرک کی تعریف میری نہیں، یہ میرے اسلاف نے کی ہے۔

کوئی اس تعریف کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ آج کی من گھڑت تعریفیں ایسی ہیں کہ جن کے ایک ایک لفظ کو قرآن مجید اور حدیث سے رد کیا جا سکتا ہے۔

(شرح عقائد صفحہ ۱۶ میں ہے)

اَلْاِشْرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِیْکِ فِی الْاُلُوْهِیَّةِ بِمَعْنٰی وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ کَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ کَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ۔

یعنی شرک ثابت کرنا ہے شریک کا الوہیت بمعنی وجوب وجود میں جیسا کہ مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسا کہ بت پرست کرتے ہیں۔

شرک کیا ہے؟

شرک یہ ہے کہ اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو الوہیت میں شریک بنایا جائے۔

الوہیت میں شریک بنانے کا مطلب کیا ہے؟

کسی شخص کو، کسی ذات کو، اللہ کے سوا واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا، ماننا جو بھی اللہ کی ذات کے سوا کسی کو مستحق عبادت جانتا ہو وہ مشرک ہے اور جو بھی اللہ کی ذات کے سوا کسی ذات کو واجب الوجود سمجھتا ہے وہ بھی مشرک ہے۔

لہٰذا خالق کائنات کی توحید کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو واجب الوجود مانا جائے اور

اُسی کو مستحق عبادت مانا جائے۔

خالق کائنات کی ذات کے علاوہ کوئی مخلوق' کوئی نبی ہو' کوئی پیغمبر ہو' کوئی ولی ہو' کوئی غوث ہو' معبود نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ واجب الوجود ہو سکتا ہے۔ اب اس اصطلاح کو میں تھوڑا سا آسان کر کے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

واجب الوجود کیا ہوتا ہے؟

ایک واجب ہے' ایک ممکن ہوتا ہے اور ایک ممتنع ہے' واجب الوجود وہ ہے کہ جس کا ہر حال میں موجود ہونا ضروری ہو' جس کا وجود ہر حال میں ضروری ہو' جس پہ کبھی عدم آ ہی نہ سکے۔ جب کچھ نہ تھا تو خدا تھا اور یہ تھا' تھی تھے' نہ تھے تو بھی خدا تھا اور ایک وقت آئے گا جب پوری دنیا فنا ہو جائے گی' جب ہر عروج پہ زوال آ جائے گا' جس وقت ہر طرف عدم ہی عدم ہو گا تو اس وقت بھی جو ذات موجود ہو گی اُسے واجب الوجود کہا جاتا ہے اور وہ میرے خدا کی ذات ہے۔

سمجھ لو واجب الوجود وہ ہے جس کا وجود ہر حال میں ضروری ہے اور کبھی اس پر عدم آ ہی نہ سکے۔

ممکن الوجود وہ ہے کہ جس میں عدم بھی ہوتا ہے اور وجود بھی ہوتا ہے' کبھی عدم کا پلڑا بھاری ہوتا ہے تو وہ شے معدوم ہو جاتی ہے اور اگر وجود کا پلڑا بھاری ہوتا ہے تو وہ شے موجود ہو جاتی ہے۔ خالق کائنات کی ذات کے علاوہ یہ پوری کائنات ممکنات میں سے ہے' ہم سب ممکن ہیں۔

ہمارا عدم و وجود' یہ ترازو کے دو پلڑوں کی طرح برابر تھا۔ اللہ کی ذات کی تجلی نے ہمارے وجود کا پلڑا بھاری کیا' ہم موجود ہو گئے۔

ہم معدوم تھے' عدم و وجود برابر تھا۔ خالق کائنات نے ہمارے وجود کا پلڑا بھاری کر دیا' ہم موجود ہو گئے۔ ایک وقت وہ آئے گا جب عدم کا پلڑا بھاری ہو جائے گا'

ہم معدوم ہو جائیں گے۔

ممکن میں عدم بھی ہوتا ہے' وجود بھی ہوتا ہے' کبھی ممکن معدوم ہوتا ہے' کبھی ممکن موجود ہوتا ہے۔

اس کا وجود واجب نہیں ہے کہ ہر حال میں ضروری ہو' ہر حال میں موجود ہو' نہیں نہیں' کبھی ہم نہیں تھے اب ہم موجود ہو گئے۔ ایک وقت وہ آئے گا کہ جس وقت ہم پھر معدوم ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہم ممکن ٹھہرے۔

اگرچہ ہم بھی موجود ہیں' ہمارا خدا بھی موجود ہے' فرق یہ ہے کہ اس کا وجود ایسا ہے' جس پر کبھی عدم نہیں آسکتا اور ہمارا وجود وہ ہے کہ جو پہلے بھی معدوم تھا پھر معدوم ہو جائے گا۔ لہٰذا ہمارے وجود کی اللہ کے وجود کے ساتھ کوئی ہمسری نہیں ہے۔

موجود تو خدا کی ذات ہے یہ لوگ جو چپے چپے پہ شرک کا فتوئی لگاتے ہیں' اپنے آپ کو معدوم کہیں' اپنے آپ کو موجود نہ کہیں کیونکہ موجود تو خدا ہے۔ خدا بھی موجود ہو' تم بھی موجود ہو' پھر تو یہ شرک ہونا چاہیئے۔

مگر اس شرک کو کوئی بھی نہیں مانتا' اس کا مطلب کیا ہے؟ خالق کائنات موجود ہے۔ اس کا وجود واجب ہے اور ہمارا وجود اللہ کی عطا سے ہے۔ وہ چاہے تو ہم موجود ہوں' چاہے تو ہم معدوم ہو جائیں۔

☆ تیسری چیز ہے ممتنع۔ ممتنع وہ ہوتی ہے کہ جس کا عدم ضروری ہو' جس میں وجود آ ہی نہیں سکتا' اس کا عدم ہر حال میں ضروری ہوتا ہے۔

جس طرح واجب کا وجود ہر حال میں ضروری ہوتا ہے اسی طرح ممتنع کا عدم ہر حال میں ضروری ہوتا ہے۔ وہ کبھی معرض وجود میں آ ہی نہیں سکتا' جس طرح کہ شریک باری تعالیٰ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا' خالق کائنات کا شریک ممتنع ہے۔ نہ اس سے پہلے اس کو وجود ملا ہے' نہ اس حال میں ملا ہے اور نہ ہی قیامت تک اس

لوگو! تمہارے پاس میرے محبوب آئے ہیں' ان پہ گراں گزرتا ہے' جو تمہیں مشقت آتی ہے۔ وہ ویسے دنیا کے حریص نہیں ہیں۔ مگر تمہاری اچھائی کے بڑے حریص ہیں' تمہاری بہتری کے بڑے حریص ہیں۔ کون ہیں وہ؟

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

مومنوں کے رؤف بھی ہیں' رحیم بھی ہیں۔

اپنے لئے فرمایا: ان اللہ بالناس لرؤوف رحیم

خدا بھی رؤف ہے اور سرکار بھی رؤف ہیں۔

اللہ تعالیٰ بھی رحیم ہے' سرکار بھی رحیم ہیں۔

سرکار بھی رؤف ہیں' خالق کائنات کی ذات بھی رؤف ہے۔

وہی وصف جو اُدھر بیان کیا گیا' اس کو اِدھر بھی بیان کردیا گیا۔

اگر ان لوگوں کی شرک کی تعریف مانی جائے۔ معاذ اللہ' قدم قدم پہ آیت آیت پہ شرک لازم آجائے گا۔ نہیں' نہیں' شرک یہ نہیں ہے اس لئے کہ خالق کائنات نے خود درس دیا ہے۔

فرمایا: میں بھی رؤف ہوں' میرے محبوب بھی رؤف ہیں۔ میں بھی رحیم ہوں' میرے محبوب بھی رحیم ہیں۔ فرق یہ ہے شرک اس واسطے نہیں کہ میں رؤف ہوں کہ مجھے کسی نے رؤف بنایا نہیں۔ میرے حبیب رؤف ہیں' میری عطا سے، میں رحیم ہوں' مجھے کسی نے رحیم بنایا نہیں اور میرے حبیب بھی رحیم ہیں' میری عطا سے رحیم ہیں۔ یہ وہ سچا عقیدہ ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ لہٰذا غلط لوگوں کے غلط پراپیگنڈا سے اس غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔

اللہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمیں اس سچے عقیدہ پر قائم رکھے اور گمراہوں کو صراط مستقیم دے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کائنات کی ذات کے علاوہ اگر کوئی شخص کسی کو بھی واجب الوجود مانتا ہے یا مستحق عبادت مانتا ہے تو وہ شخص اس عقیدہ کی وجہ سے مشرک ہو جائے گا۔

اللہ کا فضل ہے کہ اُس نے ہمیں وہ صحیح عقیدہ عطا فرمایا ہے، جس کو بیان کرنے میں ہمیں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے۔ خدا کا فضل ہے کہ صفہ کے پلیٹ فارم سے لے کر آج تک خالق کائنات کی توحید کے وارث ہم اہلسنت و جماعت ہیں' توحید کے علمبردار ہم ہیں' توحید کے داعی ہم ہیں' توحید کا صحیح مفہوم بیان کرنے والے ہم ہیں۔ خالق کائنات کی الوہیت میں جو بھی شرک کرے گا مشرک ٹھہرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے ساتھ نہ کوئی واجب الوجود ہونے میں شریک ہو سکتا ہے' اور نہ ہی مستحق عبادت ہونے میں شریک ہو سکتا ہے۔

آسان لفظوں میں یہ سمجھو کہ نہ اللہ کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے۔

محترم سامعین! اب آپ مجھے بتائیں کہ کیا آپ میں سے کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی معبود کا کوئی تصور رکھتا ہے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی کیسا ہی سادے سے سادہ مسلمان کیوں نہ ہو' سادے سے سادہ اُمتی کیوں نہ ہو' وہ خالق کائنات کی ذات کے علاوہ کسی کو معبود نہیں سمجھتا' اسی لئے تو بخاری شریف میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِیْ

(صحیح بخاری کتاب المغازی، باب اُحُدٌ یُحِبُّنَا)

خدا کی قسم! مجھے یہ مطلقاً تمہارے متعلق ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگ جاؤ گے۔

مجھے تمہارے شرک کا کوئی خوف نہیں ہے' کوئی خطرہ نہیں کہ میں چلا جاؤں گا تو اے پروانو! تم شرک شروع کر دو گے۔

فرمایا: نہیں' نہیں' تم شرک نہیں کرو گے۔ ہاں یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ گے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں یہ فرمایا: لہٰذا آج آپ سادے سے سادے مسلمان سے پوچھ لیں وہ اللہ کی ذات کے علاوہ نہ کسی کو واجب الوجود مانتا ہے' اور نہ کسی کو مستحق عبادت مانتا ہے تو پھر یہ شرک کا شور کیوں ہے؟

سارا زور شرک پہ ہے' سارا زور بدعت پہ ہے۔ قرآن کھول کے شرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ یہ فتوے صحیح مسلمانوں پہ لگائے جا رہے ہیں۔ یہ شرک کا فتویٰ انجینئرڈ (Engineered) ہے' اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

فتویٰ کیوں لگایا جاتا ہے؟ کس طرح لوگوں کو غلطی میں مبتلا کیا جا رہا ہے اور کس طرح کروڑوں مسلمانوں کو' جو وہ عقیدہ رکھتے ہیں جو آج سے پہلے جمہور اُمت کا عقیدہ تھا' ان سب مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ آج کیوں لگایا جا رہا ہے؟ جس طرف جمہور مسلمان ہیں' ان لوگوں پر شرک کا فتویٰ کس پردے کے پیچھے سے لگایا جا رہا ہے۔

محترم سامعین! مسلمانوں پر شرک کا الزام دو طرح سے ہو سکتا تھا یا تو یہ ہوتا کہ یہ مسلمان اللہ کے بندوں کو اتنا اوپر بڑھاتے کہ خالق کائنات کے مقام تک لے جاتے تو اب یہ فتویٰ لگ جاتا کہ تم نے اللہ کے ساتھ' اللہ کے بندوں کو شریک کر دیا یا پھر اللہ تعالیٰ کے مقام کو پست کر کے بندوں کیساتھ ملایا۔ لیکن اس کے تو آپ بھی گواہ ہیں کہ ہم میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سجدوں کے لائق ہیں' حضرت غوث اعظم واجب الوجود ہیں' حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کو سجدہ جائز ہے یا ہمارے محبوب آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معبود ہیں۔ نہیں' نہیں۔ کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں' ہم نے غلو نہیں کیا' ہم نے تجاوز نہیں کیا' جو اسلام کی حدود ہیں ہم

اس کے اندر ہیں، کوئی نبی، کوئی ولی، کوئی غوث، کوئی قطب، مستحق عبادت نہیں ہے، واجب الوجود نہیں ہے۔

لہٰذا جو الوہیت کا منصب تھا ہم نے کسی کو اس تک نہیں پہنچایا پھر کیسے انہوں نے ہم پر شرک کا الزام لگایا؟

محترم سامعین! ہماری طرف سے غلو نہیں ہوا ان ظالموں نے منصب الوہیت کو پست کرنے کی کوششیں کیں، منصب الوہیت کو لوگوں کے سامنے پست کر کے دکھایا، جو مقام خدا نہیں تھا، مقام بندہ تھا اس کو انہوں نے مقام خدا ظاہر کیا۔ ہم اوپر نہیں گئے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کو معاذ اللہ پست کر رہے ہیں۔ کر نہیں سکتے مگر کوششیں کرتے ہیں۔

کسی کا مددگار ہونا حقیقتاً ہو یا مجازاً کیا یہ معیار الوہیت ہے۔ کیا یہ اللہ کی توحید کا خاصہ ہے؟ اگر یہ ہے تو پھر معاذ اللہ قرآن تو شرک سے بھرا پڑا ہے۔ مقام بدر میں مدد کس نے کی؟ اللہ کے فرشتوں نے کی۔ مقام بدر میں مدد کرنے والے کون تھے؟

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ۔ (پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۴)

محبوب علیہ السلام غلاموں کو کہہ رہے تھے۔ میرے غلاموں تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ اللہ تین ہزار فرشتوں کو تمہاری مدد کیلئے بھیج دے۔

فرمایا: اگر صبر کرو تو اللہ پانچ ہزار بھی تمہاری مدد کیلئے بھیج دے گا۔

(آل عمران: ۱۲۵)

اگر کسی کی مدد کرنے والا خدا ہوتا ہے تو پھر فرشتوں کو خدا ماننا جائے۔

جو کسی کی مدد کرے اگر وہ خدا ہوتا ہے، مدد کرنا منصب الوہیت ہے

تو پھر معاذ اللہ قرآن نے فرشتوں کو خدا بنا دیا۔

فرشتوں نے مدد کی اور یقیناً کی۔ ایک نہیں متعدد آیات ہیں۔ فرشتے مددگار

بنے' فرشتوں نے مدد کی مگر شرک نہ ہوا کیونکہ اللہ کے اذن سے مدد کر رہے تھے اور ان کی مدد کو اللہ نے اپنی مدد فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ۔ (سورہ آل عمران:۱۲۳)

اور یقیناً اللہ نے تمہاری مدد کی۔

یعنی اگر چہ مدد میرے فرشتے کر رہے ہیں مگر وہ میری ہی مدد ہے۔

نیز فرمانِ الٰہی: وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ (سورۂ انفال، آیت ۱۰)

اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے

فرشتے مدد کریں تو شرک نہ بنے کیونکہ یہ اللہ کے اذن اور عطا سے مدد کرتے ہیں ایسے ہی اللہ کا ولی مدد کرے تو شرک نہیں ہے کیونکہ یہ بھی تو خدا کی ہی مدد ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی نبی' کوئی غوث' کوئی ولی' اللہ کے اذن کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلا سکتا لیکن اللہ کے اذن سے سب کچھ عطا کر سکتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں نے آج جو شرک کی تعریف بنائی ہے' اُس سے قرآن مجید کی بیسیوں آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ اگر کسی کی مافوق الاسباب مدد کرنا شرک ہے تو پھر معاذ اللہ' اللہ نے فرشتوں کو شرک کا حکم دیا۔ مدد کرنا منصب الوہیت نہیں ہے۔ منصب الوہیت' واجب الوجود ہونا اور مستحق عبادت ہونا ہے اگر تم مطلقاً مدد کرنے کو' خواہ حقیقتاً ہو یا مجازاً' مددگار ہونے کو' مشکل کشا ہونے کو' حاجت روا ہونے کو' خدا کا خاصہ بنا دو گے تو معاذ اللہ سارا قرآن مجید تمہیں بدلنا پڑ جائے گا۔

قرآن مجید فرقان حمید میں ہے:

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔

(پارہ ۹، سورہ الانفال' آیت ۱۲)

جب اے محبوب! تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو۔

اے فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں تم میرے بندوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

ثَبِّتُوا

تم ثابت قدم رکھو

میرے بندوں کو تم ثابت قدم رکھو' جنگ میں اُن کی مدد کرو' اُن کے ساتھ رہو' اُن کو ثابت قدم رکھو۔ جنگ میں ان کو ثابت قدم رکھنا مشکل کشائی بھی ہے' حاجت روائی بھی ہے۔ فرشتے میدان جنگ میں مشکل کشائی کر رہے ہیں' حاجت روائی کر رہے ہیں' اللہ کے حکم سے کر رہے ہیں۔ لہٰذا شرک نہیں ہے۔ پتہ چلا کہ اگر یہ مدد کرنا منصب الوہیت ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ ملتا' جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے منصب الوہیت کو' مستحق عبادت ہونے والے منصب کو' واجب الوجود ہونے والے منصب کو کسی کیلئے بھی جائز نہیں رکھا' اسی طرح خالق کائنات یہ بھی جائز نہ رکھتا' جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کو بھیج کر ان سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی' اس سے پتہ چلا کہ کسی کی مدد کر لینے سے خالق کائنات کی توحید کا منصب نہیں چھینا جاتا' اللہ کا منصب تو بڑا بلند ہے۔ لہٰذا اللہ کی دی ہوئی توفیق سے مشکل کشائی پر حاجت روائی پر اور کسی کے دستگیر ہونے پر اگر کوئی شرک کا فتویٰ لگاتا ہے تو اس نے معاذ اللہ' اللہ کا مقام وہ ظاہر کیا ہے جو اللہ کے بندے کا مقام ہے۔ میرا خدا تو وہ ہے جس کے بندے بھی اس کی عطا سے دستگیر ہوتے ہیں' جس کے بندے بھی مشکل کشا ہوتے ہیں' جس کے بندے بھی حاجت روا ہوتے ہیں' جس کے بندے اشارہ کرتے ہیں تو کائنات کا نظام بدل کے رکھ دیتے ہیں۔ خدا تو بڑی عظمتوں والا ہے' میرے خدا کا مقام پست کرنے کی کوشش مت کرو۔ خدا عظیم ہے اُس کے بندے بھی عظیم ہیں۔

لہٰذا یہ شرک کا انجینیئرڈ فتویٰ ہے' ہم نے کچھ نہیں کیا' انہوں نے معاذ اللہ' اللہ کی گستاخی کی' توہین کی کہ کہنے لگے' مطلقاً دستگیر ہونا بھی خدا کی صفت ہے' (حقیقی ہو یا مجازی) حاجت روا ہونا بھی خدا کی صفت ہے' داتا گنج بخش ہونا بھی خدا کی صفت ہے اور غوث اعظم ہونا بھی خدا کی صفت ہے۔ یہ صفات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بھی

عطا فرمائی ہیں۔ ان ظالموں نے وہ منصب خدا کے ظاہر کر کے ہم لوگوں پر اس قسم کا شرک کا فتویٰ گھڑ کے لگا دیا مگر اس فتوے کی تائید نہ قرآن کرتا ہے نہ سنت کرتی ہے۔

یہ شرک کی تعریف ہی نہیں کر سکتے کہ شرک کیا ہوتا ہے؟ وہ تعریف کرو کہ جس سے کوئی آیت بھی نہ ٹکرائے اور کوئی حدیث بھی نہ ٹکرائے۔

اب دیکھئے اس کا نقصان کیا ہوا؟ ایک طرف ان ظالموں نے میرے خدا کی توہین کر ڈالی اور دوسری طرف اُمت کا جمہور جو تھا۔ جن کی خدمات سے اسلام کا سنہری باب ہے انہیں پر شرک کا فتویٰ آ گیا۔ صحابہ ہوں' تابعین ہوں' تبع تابعین ہوں' آج تک جمہور مسلمانوں کا عقیدہ یہی عقیدہ ہے کہ جو ہم اہلسنّت کا عقیدہ ہے۔ سب کی تعلیمات دیکھو' سب کی کتابیں دیکھو' سب کی تصانیف دیکھو' ساری تصانیف میں تمہیں جمہور اُمت کا عقیدہ ملے گا۔ وہ یہی عقیدہ ہے کہ خالق کائنات معبود ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ ہی اللہ نے کسی کو الوہیت کا منصب دیا' ہاں اللہ کی عطا سے اللہ کے بندے بھی مشکل کشا بن جاتے ہیں۔

محترم سامعین! اب دیکھئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب پوچھا گیا: تم کون ہو؟ تو آپ نے فرمایا:

وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ۔

(پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۴۹)

"اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف قرآن مجید میں کیا کرایا گیا۔ ان الفاظ سے کرایا گیا جو آج کے ان توحید پرستوں' نام نہاد موحدین نے مخصوص کر رکھے ہیں' جو منصب ہر لحاظ

سے (ذاتی ہوں یا اللہ کی توفیق سے ہوں) خدا کے بنار کھے ہیں اللہ نے وہ منصب اپنے بندوں کے بھی بیان فرمائے ہیں' جو کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہیں۔

تیسرا پارہ ہے۔ کوئی ترجمے کا ہیر پھیر نہیں۔ آیت قرآن مجید میں موجود ہے

ان سے پوچھو خالق کائنات فرماتا ہے میرے عیسیٰ علیہ السلام وہ ہیں' کون؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمارہے ہیں:

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

میں مادرزاد اندھوں کو شفا دیتا ہوں۔

اُبْرِئ ۔ واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ میں شفا دیتا ہوں۔

میں اَبْرَصَ کو شفا دیتا ہوں۔ کوڑھ کا مریض ہو' ہاتھ پھیرتا ہوں' بدن صحیح ہو جاتا ہے۔ میں اَكْمَه کو آنکھیں دیتا ہوں۔ ارے اَكْمَه صرف اندھے کو نہیں کہتے۔ اندھا تو وہ ہے جس کی آنکھیں ہوں مگر بینائی نہ ہو۔ اَكْمَه وہ ہے جس کی آنکھوں کی جگہ ہی نہ ہو' گوشت ہو' اس کو اَكْمَهَ کہا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں وہ شفا ہے جن کی آنکھیں نہ ہوں آنکھوں کی جگہ نہ ہو ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوں' آنکھوں کی جگہ بھی بن جاتی ہے اور آنکھیں بھی آجاتی ہیں۔

وَاُحْيِ

میں زندہ کرتا ہوں۔

اُحْيِ الْمَوْتٰى

مردوں کو میں زندہ کرتا ہوں

بیماروں کو میں درست کرتا ہوں' بیماروں کو شفا میں بانٹتا ہوں

یہ اعلان قرآن کر رہا ہے کہ لوگو! اللہ وہ ہے جس کے روح اللہ بھی مردوں کو

زندہ کرتے ہیں۔

محی ہونا' شفا دینا' یہ تو خالق کائنات کا کام ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے' وہ شفا دے' مگر قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مردوں کو زندہ کرتے ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شفا دیتے ہیں۔

مریض کو شفا دینا' جس کی آنکھیں نہ ہوں' اس کو آنکھیں دینا' کیا یہ مشکل کشائی نہیں؟ کیا یہ حاجت روائی نہیں؟ جو کوڑھ کا مریض ہو' اس کے اس مرض کو دور کر دینا' کیا یہ مشکل کشائی نہیں ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشکل کشائی بھی کر رہے ہیں اور حاجت روائی بھی کر رہے ہیں اور مردوں کو زندہ بھی کر رہے ہیں۔ قرآن ہے' کوئی دیوان یا داستان نہیں ہے۔ قرآن یہ بیان کر رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو بھی یہ منصب عطا فرمائے ہیں۔

محترم سامعین! اب جب یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ محی تو خدا کو کہا جاتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بھی محی ہوں اور شفا دینے والے کو شافی کہا جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بھی شافی ہوں تو اس طرح معاذ اللہ شرک ہو جائے گا کیونکہ خدا بھی شافی' یہ بھی شافی۔ خدا بھی محی' یہ بھی محی۔

خالق کائنات کے کلام نے اس مسئلے کا حل فرما دیا۔ فرمایا: جگہ جگہ یہ شرک کے فتوے نہ لگانا' اس طرح شرک نہیں بنتا' تمہیں مغالطہ ہو رہا ہے۔ اللہ بھی شافی ہے' یہ بھی شافی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شافی ہیں تو اللہ کی عطا سے شافی ہیں۔ لہٰذا کسی کی عطا سے شافی ہونا یہ تو اللہ کا منصب ہی نہیں ہے' یہ اللہ کا عہدہ ہی نہیں ہے' یہ اللہ کا مقام ہی نہیں ہے کہ وہ کسی کی عطا سے شافی بنے' کیونکہ اللہ کے نبی تو اللہ کی عطا سے شافی ہیں' یہ مقام خدا کا ہے ہی نہیں' اُس کا مقام تو بہت بلند ہے' وہ تو عطا کا محتاج ہی نہیں' وہ بھی شافی' یہ بھی شافی۔ وہ بھی محی' یہ بھی محی۔ لیکن شرک نہیں ہوا۔ قرآن بیان کر رہا ہے کہ وہ محی ہے تو خود محی

ہے اور یہ محی ہیں تو اللہ کی عطا سے محی ہیں کیونکہ فرمایا: باذن اللہ‘ اللہ کے اذن سے۔

وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ

(سورہ آل عمران‘ آیت ۴۹)

فرمایا: لوگو! میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور جو تم گھروں میں رکھ کے آتے ہو۔

تمہارے گھروں میں جو کچھ ذخیرہ پڑا ہے‘ میں یہاں بیٹھے جانتا ہوں‘ کیا کیا پڑا ہے۔ مجھے میرے خدا نے علم دیا ہے‘ میں جانتا ہوں۔ ہزاروں دیواریں درمیان میں آجائیں مجھے پتہ ہے تمہارے گھروں میں کیا ہے۔ مجھے پتہ ہے تمہارے پیٹوں میں کیا ہے۔ میں خدا کا نبی ہوں‘ مجھے اللہ نے یہ علم دیا ہے۔ جب یہ علم غیب کا سوال پیدا ہوا تو پھر وہی جواب نکلا۔ خالق کائنات غیب کا علم رکھتا ہے۔ اسے غیب کا علم کسی نے دیا نہیں اور یہ بھی غیب کا علم رکھتے ہیں تو اللہ کی عطا سے رکھتے ہیں۔

أُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورہ آل عمران، آیت ۴۹)

باذن اللہ کہہ کے سارے شک دور کردیئے

ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ کے اذن کے بغیر یہ سب کچھ کررہے ہیں۔ وہ عقیدہ کسی مشرک کا ہوسکتا ہے‘ کسی بت پرست کا ہوسکتا ہے‘ جو اپنے بتوں کے بارے میں رکھے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے بندے ہیں‘ مقبول بندے ہیں‘ یہ معبود نہیں‘ یہ مسجود نہیں‘ اللہ کے عظیم بندے ہیں۔

اللہ کے اذن سے لوگوں کی مشکل کشائی کرتے ہیں۔ لہٰذا خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن مجید ایسے دلائل سے بھرا پڑا ہے کہ ایک ہی وصف ادھر اللہ کا بیان کیا گیا ہے اور ادھر اللہ کے بندوں کا بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے اندر ہی‘ (ابھی حدیث شریف کی طرف میں نہیں جاتا) قرآن مجید کے اندر ہی ایک نام اللہ کا لیا گیا اور وہی نام اللہ کے کسی پیغمبر کا بھی لے لیا گیا۔ قرآن مجید تو قرآن مجید ہے ہی اس لئے کہ اس میں

تضاد نہیں ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔

(پ ۵، النساء: ۸۲)

قرآن مجید کے قرآن ہونے کی دلیل ہی یہ ہے کہ اس کے مضمون آپس میں ٹکراتے نہیں ہیں۔ یہ دوسری کتابوں کی طرح نہیں ہے کہ پہلے باب میں کچھ لکھ دیا' چوتھے میں کچھ لکھ دیا' یہ سارا ایک ہی کی تائید کرتا ہے' اس کی کوئی آیت کسی دوسری آیت سے ٹکراتی نہیں ہے۔ لہٰذا خالق کائنات کا پورا قرآن سچا ہے تو ہمارا عقیدہ بھی سچا ہے۔ خالق کائنات نے اپنے بعض اوصاف اپنے بندوں کو عطا فرمائے ہیں۔ وہ ان سے ذاتی طور پر متصف ہے اور بندے عطائی طور پر متصف ہیں۔

اب دیکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(پارہ ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۵۷)

اللہ ایمان والوں کا ولی ہے' انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بارے میں یہاں لفظ کیا استعمال کیا۔ ولی۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ ۔ اللہ ولی ہے اور اُدھر ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

(پارہ ۱۱، سورہ یونس، آیت ۶۲)

سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم

اللہ بھی ولی ہے' بندہ بھی ولی ہے

وہ بھی ولی' یہ بھی ولی' شرک نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں شرک کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ وہ بھی ولی ہے' بندے بھی ولی ہیں' شرک نہیں ہے اس لئے کہ وہ ولی ہے تو خود ولی

ہے اُس کو کسی نے ولی بنایا نہیں اور یہ بندے ولی ہیں تو اس کی عطا سے ولی ہیں۔ اور بھی کئی وجوہ سے دونوں کے ولی ہونے میں فرق موجود ہے۔

لوگ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو بھی علم غیب ہے اور سرکار ﷺ بھی علم غیب جانیں تو شرک ہو جائے گا کیونکہ اللہ کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔

میں نے کہا: بالکل سچی بات ہے کہ اس کی ذات میں اور اس کی صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ کی یہ صفت نہیں ہے کہ وہ کسی کے بتانے سے غیب جانتا ہو۔ ہم جو عہدے اللہ کے بندوں کے بیان کر رہے ہیں' یہ سارے کے سارے عطائی ہیں اور خالق کائنات اگر عطائی عہدے رکھتا ہو تو پھر خدا ہو ہی نہیں سکتا' وہ خدا کیسے ہو جو کسی کی عطا کا محتاج ہو' وہ الٰہ کیسے ہو جو کسی کی عطا کا محتاج ہو۔ لہٰذا یہ سارا پروپیگنڈہ مغالطوں پر موقوف ہے' لوگوں کو مغالطہ دیا جا رہا ہے' اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ خالق کائنات کی بعض صفتیں' اللہ کی عطا سے' اللہ کے بندوں میں پائی جاتی ہیں۔ اب اس کو جو اللہ تعالیٰ کی صفت کہا جا رہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ لفظ وہی ہے' ورنہ جس لحاظ سے بندہ میں پائی گئی ہے اس لحاظ سے صرف بندے کی صفت ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ یہ صفت ہے ہی نہیں۔ لہٰذا شرک نہ بنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی ولی کہا ہے اور اپنے بندوں کو بھی ولی کہا ہے۔ درجنوں اور بیسیوں ایسی آیات ہیں۔ یہی دیکھ لو۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (پارہ ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۵۷)

یہاں پر اللہ نے اپنے بندوں کو مومن فرمایا ہے کہ میں مومنوں کا ولی ہوں۔

آپ مومن ہیں ناں؟ آپ مومن ہیں' آپ میں سے ہر ایک مومن ہے' اپنے آپ کو مومن کہنے سے شرک نہیں ہوگا۔ ادھر دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔

(پارہ ۲۸، سورہ الحشر، آیت ۲۳)

فرمایا: مومن تو میں ہوں۔

اللہ فرماتا ہے:

المومن

مومن وہ ہے

تم کہتے ہو مومن ہم ہیں

وہ بھی مومن، تم بھی مومن، شرک نہیں ہے۔ کیوں؟ ہر ایک کو پتہ ہے کہ وہ مومن اور لحاظ سے ہے اور ہم مومن اور لحاظ سے ہیں۔ وہ مومن ہے اس کو کسی نے مومن بنایا نہیں اور ہم مومن ہیں تو اس کی عطا سے مومن ہیں۔

ان لوگوں کو کیا سمجھ نہیں ہے۔ اپنے آپ کو مومن کہتے ہوئے شرک لازم نہیں آتا اور حضرت علی ہجویری کو داتا گنج بخش کہتے ہوئے شرک لازم آتا ہے کیوں آتا ہے؟

ارے جو نام اللہ پر بولا گیا ہے، تم اپنے آپ پر وہی بول رہے ہو۔ خدا کہتا ہے میں مومن ہوں اور تم کہتے ہو، ہم مومن ہیں۔ کیوں مقابلہ کرتے ہو خدا سے۔ مقابلہ نہیں ہوگا ہر ایک کو پتہ ہے ہم بھی مومن ہیں اور وہ بھی مومن ہے مگر شرک نہیں ہے اس لئے کہ وہ مومن ذاتی طور پر ہے اور ہم مومن عطائی طور پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(پارہ ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۵۷)

خالق کائنات فرماتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کا ولی ہے، کیا کرتا ہے؟

یخرجھم۔ انہیں نکالتا ہے

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ اندھیروں سے روشنی کی طرف

یہ اللہ کا یہاں وصف بیان کیا گیا ہے کہ اللہ وہ ہے جو لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اندھیروں سے روشنی کی طرف لانا یہ کس کا کام ہے؟ خدا کا کام ہے۔ لوگ کفر کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان عطا فرما دیا

۔لہٰذا کفر کی وادیوں سے ایمان کی جنت میں لانا' یہ کام کس کا ہے؟ اللہ کا

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔

(سورہ البقرہ: ۲۵۷)

اللہ ولی ہے اور اللہ ایمان والوں کو ظلمت سے نور کی طرف لاتا ہے۔

اب یاد رکھنا یہ تیسرے پارے کی آیت ہے اب آگے سنو' تیرھویں پارے میں کیا ہے؟

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (پارہ ۱۳، سورہ ابراہیم، آیت ۵)

اے موسیٰ علیہ السلام ہم نے تجھ کو اپنی آیات دے کے بھیجا ہے کیوں بھیجا ہے؟

اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالو۔

اللہ نے تو اپنے نبیوں کی ڈیوٹی یہ لگائی ہے کہ جو بعض میرے کام ہیں وہ تم نے بھی کرنے ہیں۔ تمہارے کام اور ہوں گے اور میرے کام اور ہوں گے۔ فرق ہوگا' شرک نہیں ہوگا اس واسطے کہ مجھے کسی نے امر نہیں دیا اور تم میرے امر سے کر رہے ہو۔ کہاں کی منطق ہے جو ان لوگوں نے بنا رکھی ہے کہ ایک نام جب اللہ کیلئے بولا جائے گا تو کسی نبی ولی کیلئے نہیں بولا جائے گا۔

ارے اللہ کے حبیب علیہ السلام کے آٹھ سو نام ہیں۔ سرکار مدینہ کے آٹھ سو نام ہیں اور ان آٹھ سو میں سے اسی (۸۰) نام وہ ہیں جو خالق کائنات کے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ السلام کے بھی ہیں۔

اب اس فلسفے کے مطابق' اگر موسیٰ علیہ السلام ظلمات سے نور کی طرف نہیں نکالتے' ان لوگوں کی مشکل کشائی نہیں کرتے' حاجت روائی نہیں کرتے تو معاذ اللہ حکم پر عمل نہیں ہوگا۔ مشکل کشائی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے کے ان لوگوں سے کروائی ہے۔

مشکل کشائی کرنا تو نبیوں کا منصب ہے' حاجت روائی کرنا تو نبیوں کا منصب ہے' ظلمت سے نور کی طرف لانا نبیوں کا منصب ہے۔ اگر یہ نہ لاتے تو معاذ اللہ گنہگار ہو جاتے۔ قرآن مجید توحید اور شرک کو واضح کر رہا ہے...... خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ میں ظلمت سے نور کی طرف لانے والا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ میرے انبیاء کا بھی یہی کام ہے۔ فرق یہ ہے کہ مجھے کسی نے حکم نہیں دیا اور میں ایمان کا پیدا کرنے والا ہوں اور تم بھی ایمان بانٹتے ہو' تقسیم کرنے والے ہو۔ پہلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ مقام' وہ وصف اپنا بیان کیا اور دوسری آیت میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا بیان کر رہا ہے۔

تیسری آیت:

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔

(پارہ ۱۳، سورہ ابراہیم، آیت ۱)

اے محبوب! ہم نے یہ کتاب تجھ کو دی ہی اس واسطے ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف لے جاؤ۔

یہ ہمارے آقا و مولا' حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ خطاب فرما رہا ہے کہ اے میرے محبوب! میں نے تجھ کو یہ قرآن اس واسطے دیا ہے کہ قرآن پڑھو' قرآن کی تلاوت کرو' قرآن کی تعلیمات کا درس دو' یہ عالم کفر و شرک سے بھرا پڑا ہے۔ قرآن پڑھتے جاؤ اور ان لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف لیتے جاؤ۔ ایک ہی وصف خالق کائنات نے اپنا بیان کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی بیان کیا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بیان کر دیا اور بھی بہت سی آیات ہیں تو اگر ان لوگوں کا فلسفہ لیا جائے' جن کے ہاں شرک کا بیوپار اور تجارت عام ہوتی ہے' جن کے ہاں بات بات پر شرک کا فتویٰ لگایا جاتا ہے تو وہ بھی جانیں کہ خالق کائنات بھی علم رکھے سرکار بھی علم رکھیں۔ اس کو بھی اختیار ہو' ان کو بھی اختیار ہو۔ وہ بھی مشکل کشائی کرے' یہ

بھی مشکل کشائی کریں۔ وہ بھی حاجت روائی کرے یہ بھی حاجت روائی کریں۔

تو معاذ اللہ شرک لازم آجائے، یہ گندی سوچ کا نتیجہ ہے۔ قرآنی فکر یہ ہے کہ اللہ کے بندے مشکل کشائی بھی کرتے ہیں حاجت روائی بھی کرتے ہیں لیکن شرک لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ خالق کائنات حاجت روائی، مشکل کشائی کرتا ہے مگر وہ کسی کی عطا کا محتاج نہیں ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے ہیں لیکن اللہ کی عطا سے کرتے ہیں ورنہ کوئی مجھے ان آیات میں تطبیق دے کے دکھائے۔ ان کی سوچ اور فکر سے تو تضاد لازم آجائے گا' قرآن قرآن سے ٹکرا جائے گا' قرآن آپس میں ایک دوسرے کی نفی کردے گا۔ ایک جگہ یہ ہے کہ خدا ظلمت سے نور کی طرف لاتا ہے' دوسری طرف یہ ہے کہ سرکار لاتے ہیں' اس کا یہی صحیح مفہوم ہوسکتا ہے اور یہی ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ بھی ظلمت سے نور کی طرف لاتا ہے' سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لاتے ہیں۔ وہ لاتا ہے تو لانے میں کسی کی طاقت کا محتاج نہیں ہے۔ سرکار لاتے ہیں تو اللہ کی دی ہوئی طاقت سے لاتے ہیں۔

پھر دیکھئے قرآن مجید برہان رشید میں ہے' یہ تو آپ جانتے ہیں کہ حفیظ کس کی صفت ہے؟ اللہ کی۔ حفیظ وہ ہے۔ ہماری حفاظت وہ کرتا ہے' ہماری نگرانی وہ کرتا ہے' ہمارا حافظ و ناصر وہ ہے' حامی و ناصر وہ ہے' وہ ہمارا حفیظ ہے۔

قرآن مجید میں خالق کائنات کو حفیظ کہا گیا۔ دوسرے مقام پہ اللہ کی مخلوق کو بھی حفیظ کہا گیا' کس طرح؟ اللہ فرماتا ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

(پارہ ۱۳، سورہ الرعد، آیت ۱۱)

آدمی کیلئے بدلی والے فرشتے ہیں اُس کے آگے پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ہم نے ہر بندے کے ساتھ کچھ حفیظ رکھے ہیں' ہر بندے کے ساتھ ہمارے کچھ محافظ ہیں' وہ اللہ کے اذن سے اس کی حفاظت کررہے ہیں۔

بندے کی آنکھوں کے فرشتے کھڑے ہیں' بندے کے کانوں پہ فرشتے کھڑے ہیں' بندہ سوجاتا ہے اس کی نگرانی کرتے ہیں۔ اگر وہ فرشتے نہ ہوتے تو انسان کی آنکھیں ہر وقت دیکھ نہ سکتیں' اتنی آلودگی آنکھوں میں داخل ہو جاتی' اتنا غبار کانوں میں داخل ہو جاتا' اتنے حادثات کا بندہ شکار ہو جاتا۔ اللہ نے ہر بندے کے ساتھ کچھ محافظ رکھے ہیں۔ جو ہر وقت اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ خود بھی حفیظ ہے اور ادھر فرماتا ہے:

يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (الرعد:۱۱)

وہ......' آگے پیچھے آنے والے فرشتے۔ کچھ کی ڈیوٹی دن کو ہوتی ہے' کچھ کی رات کو ہوتی ہے۔ تم اپنے کام میں مصروف ہوتے ہو' فرشتے تمہاری حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ وہ وصف جو خالق کائنات نے اپنا بیان فرمایا۔ دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فرشتوں کا بھی بیان فرمادیا۔ پھر دیکھیے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:

اجْعَلْنِي عَلَى خَزَآئِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ۔

(پارہ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۵۵)

آپ نے شاہ مصر کو کہا کہ مجھے زمین کے ان خزانوں کا نگران بنادیجیے' مجھے ان پہ مامور کردیجیے کہ

إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (پارہ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۵۵)

میں حفیظ بھی ہوں' علیم بھی ہوں۔

میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں' علم والا بھی ہوں۔

اب قرآن مجید جہاں حفیظ اللہ تعالیٰ کو کہتا ہے وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی کہتا ہے۔ جہاں حفیظ اللہ تعالیٰ کو کہتا ہے' وہاں اللہ کے سارے فرشتوں کو بھی کہتا

ہے۔ جہاں قرآن مجید علیم اللہ کی ذات کو کہتا ہے وہاں علیم یوسف علیہ السلام کو بھی کہا جا رہا ہے۔ اپنے ضمیر کے مفتی سے فتوئی لے کر میری بات کی تائید کرنا۔ کیا یہ تعریف جو میں کر رہا ہوں قرآن مجید کی ساری آیات کا نچوڑ نہیں ہے کہ خالق کائنات کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں' اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اور وہ صفات جو اس کی ہیں وہ صرف اس کی ہیں۔

اللہ کے بندے جتنے بھی ہیں' جن کے سارے عمل خود بیان کر رہے ہیں' ان کی تو یہ عطائی صفات ہیں اور میرا خدا وہ ہے جو عطائی صفات سے پاک ہے' جو عطائی صفات والا ہو' وہ محتاج ہوتا ہے' جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا خدا کی توہین نہ کرو' خدا وہ ہے جو حاجتوں سے پاک ہے اور بندے وہ ہیں جو اللہ کے محتاج ہیں اور اللہ کے بندوں کے حاجت روا ہیں۔ ایک لفظ بول دیا' اُدھر بھی حفیظ' اِدھر بھی حفیظ۔ اُدھر بھی علیم' اِدھر بھی علیم۔ شرک نہ ہوا۔ اس واسطے کہ وہ علیم اور لحاظ سے ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام اور لحاظ سے ہیں۔

جتنی آیات میں نے پیش کی ہیں' ان کو آپ نے یاد کرنا ہے اور وہ جو لوگ ارد گرد گھومتے پھر رہے ہیں' آپ کو چھیڑتے ہیں تو آپ ڈگمگا جاتے ہیں' ان کی باتوں میں نہ آیئے۔ ہمارا مسلک وہ ہے جو صفہ میں پڑھایا گیا۔ ہمارا عقیدہ وہ ہے جو مسجد نبوی کے منبر شریف سے چلا' ہمارا عقیدہ وہ ہے جو قرآن کا عقیدہ ہے' سنت کا عقیدہ ہے' ہم کسی دوسرے عقیدے کو ماننے والے نہیں ہیں۔ یہ سچا عقیدہ ہے کہ کسی سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جو لوگ شرک کا نام لیں ان سے شرک کی تعریف پوچھ لیں۔ خدا کی قسم' مشرق و مغرب بدل سکتا ہے شرک کی ایسی تعریف نہیں کر سکتے جو قرآن و حدیث سے ٹکرانے والی نہ ہو' ورنہ ہمارا عقیدہ ماننا پڑ جائے گا۔ آخری بات کر رہا ہوں وہ یہ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (پارہ ۱۱، سورہ التوبہ' آیت ۱۲۸)